حالی کا قیامِ لاہور......ایک اور زاویہ

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

Dr. Zahid Munir Aamir

ABSTRACT:

Molana Altaf Hussaim Hali was distinguish figure in Urdu literature. He is knownas the first critique of Urdu. He traveled in different parts of subcontinent to fulfill his responsibilities regarding government job. In this regard he also came to Lahore. He visit of Lahore is very significant in his intellectual growth. He participated in Anjman e Punjab Moshairas and also got interest in English literature. He also taught in Echison college that played its role in grooming. His stay in Lahore has great impact over his writings. In this article humble effort is made to analyze and comprehend to Stay of Hali there in Lahore.

شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین حالی (۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء...... ۱۳/صفر ۱۳۳۳ھ/ ۲۱/دسمبر ۱۹۱۴ء) کے احوال وکوائف اور افکار نظم ونثر کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں سے بعض بہت قابلِ قدر ہیں لیکن ہنوز مولانا کے مفصل اور مبسوط سوانح مرتّب نہیں کیے گئے ہیں جس کے باعث ان کی زندگی کے بہت سے واقعات پردہ اخفا میں ہیں یا ان سے متعلق کافی تحقیق نہیں ہوئی ہے، یہاں تک کہ ان کے زمانۂ قیام لاہور سے متعلق بھی ہماری معلومات ناکافی ہیں، جبکہ ان کا زمانہ قیام لاہور، مولانا کے سوانح اور اردو نظم کے ارتقا کی تاریخ بالخصوص انجمن پنجاب اور پنجاب بک ڈپو کے حوالے سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

مولانا حالی نے نواب عماد الملک بہادر، مولوی سید حسین بلگرامی کی فرمائش پر اپنے حالات سے متعلق جو چند صفحے ۱۹۰۱ء میں لکھے تھے۔[1] ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حالی کی ولادت پر ان کی والدہ کا دماغ مختل ہوگیا تھا اور والد ۱۸۴۵ء میں جب کہ حالی کی عمر ابھی محض آٹھ برس کی تھی انتقال کر گئے تھے۔ حالی کی پرورش ان کے ایک بڑے بھائی خواجہ امداد حسین اور دو بڑی بہنوں (امتہ الحسنین زوجہ حکیم خواجہ

محمد علی اور
☆ پروفیسر،

وجیہہ النسا زوجہ سید محمد حسین) نے کی۔ سترہ برس کی عمر میں حالی کو تاہل پر مجبور کر دیا گیا لیکن حالی کے ہاں طلب علم کا جذبہ غالب تھا چنانچہ وہ ازدواجی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر گھر والوں سے روپوش ہو گئے اور اپنے شہر پانی پت سے دلّی چلے گئے؛ جہاں انھوں نے اوّلاً صرف ونحو اور منطق وغیرہ اور بعد ازاں بڑی کتابوں (شرح سلّم العلوم ملاحسن وغیرہ) کی تعلیم حاصل کی۔ گھر والوں نے حالی کو ڈھونڈ نکالا اور حالی کو ناچار ۱۸۵۵ء میں پانی پت جانا پڑا۔ تاہم حالی نے وہاں پہنچ کر اپنے شوق سے مطالعے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۸۵۶ء میں حالی نے ضلع حصار کے کلکٹر کے دفتر میں ایک معمولی آسامی پر ملازمت اختیار کی؛ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پانی پت چلے گئے اور تحصیل علم کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ حالی پانی پت میں بے روزگاری کے دن گزار رہے تھے جب ان کا تعارف اردو اور فارسی کے شاعر نثر نگار اور صاحب گلشن بے خار نواب محمد مصطفی خان شیفتہ (۱۸۰۹ء۔۱۸۶۹ء) سے ہوا، شیفتہ انھیں اپنے ساتھ جہانگیر آباد لے گئے اور انھیں اپنا مصاحب اور اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کر لیا۔ آٹھ برس اسی طرح گزرے[۲] شیفتہ ۱۸۶۹ء میں انتقال کر گئے (گویا یہ تعلق ۱۸۶۱ء میں قائم ہوا) تو ایک بار پھر حالی کے لیے حصولِ روزگار کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اس پر حالی جہانگیر آباد سے نکلے اور لاہور پہنچے؛ یہاں انھیں پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو میں اسسٹنٹ ٹرانسلیٹر کی آسامی پر ملازمت ملی؛ جہاں انھوں نے بقول خود تقریباً چار برس تک یہ کام کیا[۳] چونکہ حالی آواخر ۱۸۷۴ یا ۱۸۷۵ء کے آغاز میں دہلی واپس چلے گئے تھے اس لیے ان کے لاہور آنے کا سنہ ۱۸۷۰ء ہی ہونا چاہیے[۴]

لاہور آ کر حالی کہاں اور کس کے پاس ٹھہرے اس کی تحقیق نہیں صرف ایک روایت ان کے حضوری باغ کے روشنائی دروازے کے ملحقہ کمروں میں سے ایک کمرے میں ٹھہرنے کی ملتی ہے اور بس[۵] لاہور میں حالی کا قیام اگرچہ نظم اُردو کی تاریخ اور خود حالی کے ذہنی ارتقا کے حوالے سے بہت اہم ہے کہ انجمن پنجاب کے مشاعروں کے لیے حالی نے لاہور کے اس قیام میں برکھارت، نشاطِ اُمید، حبِ وطن، مناظرہ رحم وانصاف وغیرہ نظمیں لکھیں اور بہ قول خود انگریزی ادب کے ساتھ انھیں فی الجملہ مناسبت پیدا ہو گئی[۶] جس کے نتیجے میں ۱۸۸۲ء میں ''مقدمہ شعر و شاعری'' کی تصنیف کا تخیل ابھرا۔ لیکن ذاتی حوالے سے لاہور آنا' حالی کے لیے خوش گوار تجربہ ثابت نہیں ہوا۔ حالی کے دل سے دلّی کی یاد نہ نکلتی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ لاہور میں انھیں کوئی ہم سخن دوست، آشنا نہ ملا۔ یہاں بے گانگی عام تھی جس سے حالی کا دردِ غربت اور بھی بڑھ گیا، حالی کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حالی کو لاہور کی آب و ہوا موافق نہ آئی[۷] بات صرف یہ نہیں تھی بلکہ اس زمانے میں لاہور میں ہیضے کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مدت تک چیچک اور بخار کا زور رہا غربت زدہ حالی بھی مبتلائے بخار ہوئے۔ اس تنہائی، سراسیمگی اور غم واندوہ کی

حالت میں حالی نے لاہور کی یہ ''شان'' بیان کی:

نہ واں پرسش نہ یاں تابِ سخن ہے — محبت ہے کہ دل میں موج زن ہے
دلاتی ہے صبا کسی کو چمن، یاد — نہ میں بلبل، نہ گھر میرا چمن ہے
کروں تجھ سے بیاں کچھ دردِ غربت — مگر جوشِ سخن مہرِ دہن ہے
رہے لاہور میں آ کر سو جانے — یہی دنیا ہے جو دارالمحن ہے
نہیں آتی کہیں یاں بوئے یوسف — مگر جو گھر ہے وہ بیت الحزن ہے
یہاں بے گانگی ہے اس قدر عام — کہ بلبل ناشناسائے چمن ہے
نہ کچھ مجنوں کو ہے پروائے لیلیٰ — نہ کچھ شیریں کو دردِ کوہ کن ہے
مجھے تنہا نہ سمجھیں اہلِ لاہور — تصوّر میں مرے اک انجمن ہے
عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی — مگر یادِ عزیزاں راہ زن ہے
بھلا حالی اور اُلفت سے ہو خالی — یہ سب تم صاحبوں کا حسن ظن ہے(۸)

پوری غزل ۲۰/اشعار پر مشتمل ہے، ہم نے دس اشعار کا انتخاب کیا ہے یہ درد ان کی بعض دوسری نظموں برکھا رت وغیرہ اور کچھ عربی اشعار میں بھی نظر آ تا ہے۔اس کیفیت کے باوجود حالی نے لاہور کے اس زمانہ قیام میں خاصے کام کیے: تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے (۱۸۷۱ء) علم طبقات الارض۔ (مطبوعہ ۱۸۸۳ء) مجالس النسا دو حصے (۱۸۷۴ء) وغیرہ کتابیں لکھیں۔ انجمن پنجاب کی بنیادیں اٹھانے میں شریک ہوئے، موضوعاتی نظموں سے نیچرل شاعری کی تحریک کوتقویت پہنچائی اور سرکاری ملازمت کے فرائض ذمہ داری سے انجام دیے۔ ۱۸۷۵ء میں حالی بالآخر اپنی من پسند جگہ دہلی سدھار گئے۔اجمیری دروازہ کا اینگلوعربک سکول، مدرسی اور حالی یہ مثلث دس بارہ برس تک بے کھٹکے قائم رہی لیکن غریب الوطن حالی کو ابھی ایک بار اور دہلی سے نکلنا تھا۔

۱۸۶۴ء سے انبالہ میں گورنمنٹ وارڈ سکول انبالہ کے نام سے علاقے کے امرا اور نوابین کے بچوں کے لیے ایک سکول قائم تھا جس میں دس سے بارہ برس تک کی عمروں کے بارہ طالبِ علم زیر تعلیم تھے سکول کے قیام پر جب دس برس گزر گئے تو اس کی توسیع کی تجویز ہوئی جس کا ذکر میجر ہالرائیڈ نے اپنی ۷۵۔۱۸۷۴ء کی پاپولر ایجوکیشن کی رپورٹ میں کیا ہے اور اس ادارے کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ہے(۹) لیکن فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہوسکا ۱۸۸۲ء میں سر چارلس امفرسٹن ایچی سن (۱۸۳۲ء...... ۱۸۹۶ء)

Sir Charles Umpherston Aitchison. نے متحدہ برطانوی پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر کا منصب سنبھالا تو انبالہ وارڈز سکول کو کالج بنانے کی تجویز ان کے سامنے پیش ہوئی۔مسٹر ایچی سن نے، انبالہ جیسے کم اہم علاقے میں کالج بنانے پر لاہور میں ایک چیفس کالج کے قیام کو ترجیح دی جس پر لاہور

میں پنجاب چیفس کالج کے قیام کا فیصلہ ہوا۔

اس کالج کے امور طے کرنے سے متعلق پہلی میٹنگ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوئی، جس میں یہ کالج لاہور کے مال روڈ پر گورنمنٹ ہاؤس (موجودہ گورنر ہاؤس) اور میاں میر (نہر) کے درمیان واقع ۱۷۰ ایکڑ اراضی پر تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس پر ۳ر نومبر ۱۸۸۶ء کو کالج کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، لیکن کالج کی تعمیر سے قبل ہی انبالہ وارڈ سکول کے بارہ طالب علموں کو لاہور منتقل کر دیا گیا اور ان کے لئے ڈیوس روڈ پر تین بنگلے کرائے پر حاصل کئے گئے۔ اس نئے کالج کے امور سے متعلق گورنر پنجاب کی سربراہی میں قائم مینجنگ کمیٹی نے اپنی اکتوبر ۱۸۸۶ء کی میٹنگ میں کالج کے تعلیمی نصابات کی منظوری دی ساتھ ہی کالج کے پہلے تعلیمی سٹاف کا تقرر کیا گیا اور پرنسپل، تین اسسٹنٹ ماسٹرز، دو اورینٹل ٹیچرز اور سکول اوقات کے بعد ہاسٹل میں طالب علموں کے امور میں معاونت کے لئے دو مصاحب رکھے گئے۔[۱۰]

حالی، ایچی سن کالج لاہور کے اس اوّلین سٹاف میں شامل تھے۔ جب کالج کے قیام کی تجویز و تحریک ہوئی تو حالی اس وقت دہلی میں تھے اور اینگلو عربک سکول کی مدرسی میں مطمئن تھے،[۱۱] پھر وہ لاہور کیونکر آئے اور ایچی سن کالج (جس کا نام پہلے پنجاب چیفس کالج تھا لیکن وائسرائے ہند لارڈ ڈفرن نے ۳ نومبر ۱۸۸۶ء کو کالج کی مرکزی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے گورنر پنجاب کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اس کا نام ایچی سن چیفس کالج کر دیا) میں کیسے ملازم ہو گئے جبکہ اس ادارے کے مقاصد، حالی کی افتادِ طبع اور مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ ادارے کے قیام کے مقاصد پر خود اس کے بانی مسٹر ایچی سن کی اس تقریر کا یہ اقتباس روشنی ڈالتا ہے جو انھوں نے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی:

> "The school which is now proposed to found, should be a place where the young nobility of the punjab will find in generous emulation full opportunity for the exercise of energies which are now too often allowed to lie dormant, and where they will undergo the discipline and receive the education necessary, in these days, to fit them for the position of public usefulness to which from their social standing they are naturally called"[12]

دہلی میں مقیم حالی کے اب لاہور آنے کی صورت یہ ہوئی کہ حالی کے لاہور کے زمانہء قیام میں میجر فلر سر رشتہ تعلیم کے ڈائریکٹر تھے اور حالی پنجاب بک ڈپو میں ہونے کے باعث ان کے ماتحت۔ انجمن پنجاب کے مشاعروں کے توسّط سے ایک اور بااثر شخصیت میجر ہالرائیڈ بھی حالی کی صلاحیتوں سے واقف ہو چکے تھے اور تو اور خود مسٹر ایچی سن بھی حالی سے ناواقف نہیں رہے ہوں گے، اس لیے کہ وہ کم از کم ایک بار اس سے پہلے بھی حالی سے متعارف ہو چکے تھے، وہ یوں کہ بحیثیت لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی

سن ۱۸۸۲ء میں اینگلو عربک سکول کے دورے پر گئے تھے تو ان کی یہاں آمد پر حالی نے ایک تہنیتی/ استقبالیہ نظم کہی تھی۔ جو سکول کے بچوں نے گا کر گورنر کو سنائی۔

حضورِ پُرنور سر ایچی سن
ہوئے ہیں یاں جب سے سایہ افگن[۱۳]

حالی کی نیک نامی اور انگریز حکام میں ان کا یہ تعارف ُان کے لیے روایتی روشنیِ طبع بن گئی اور یوں انھیں کالج کے اوّلین سٹاف میں شامل کرتے ہوئے ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے ایک حکم کے ذریعے دہلی سے لاہور بلا لیا۔

حالی کے اس بار لاہور آنے اور ایچی سن کالج سے وابستہ ہونے کے حوالے سے حالی کے سوانح نگار واضح نہیں ہیں۔ اکثر صورتوں میں تو حالی کی زندگی کے اس واقعے کا ذکر ہی نہیں ملتا جن اصحاب نے اس کا ذکر کیا ہے ان کے ہاں بھی اس باب میں کسی قدر ابہام پایا جاتا ہے۔ مثلاً پروفیسر حمید احمد خان صاحب نے اسے ۱۸۸۶ء[۱۴] ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب نے جنوری ۱۸۸۷ء[۱۵] اور ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے ۱۸۸۷ء[۱۶] کا واقعہ قرار دیا ہے۔

بیگم صالحہ عابد حسین نے یہ تو لکھا ہے کہ (اوّلین قیام لاہور کے چار برس بعد) اس مرتبہ حالی تقریباً بارہ برس دلّی میں مقیم رہے[۱۷] لیکن یہ نہیں بتایا کہ بارہ برس کے بعد ان کا قیام دہلی کیونکر تعطل کا شکار ہوا اور وہ دہلی سے کہاں گئے اور کب لوٹ کر آئے۔ خلیل الرحمن داؤدی صاحب نے بھی اس بار حالی کی لاہور آمد کو ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے حوالے سے ۱۸۸۷ء کا واقعہ سمجھا ہے[۱۸]، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی صاحب نے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کے بیان کو ہی نقل کیا ہے[۱۹] جس سے جنوری ۱۸۸۷ء پر ان کا بھی اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

فاضلِ محترم ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب زید مجدہم نے حالی کی ایچی سن کالج سے وابستگی کے لیے لاہور آمد کو جنوری ۱۸۸۷ء کا واقعہ قرار دیا ہے اور ان کا یہاں قیام جون ۱۸۸۷ء تک تسلیم کیا ہے[۲۰] لیکن اس کے ساتھ ہی ایک صفحہ پیشتر محترم ڈاکٹر صاحب، حالی کا ۳۰/نومبر ۱۸۸۶ء کو لاہور میں ہونا بیان کرتے ہیں[۲۱] جس سے بات الجھ جاتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حالی، اکتوبر ۱۸۸۶ء میں اینگلو عربک سکول دہلی سے، ایچی سن کالج لاہور میں منتقل ہوئے، ہم نے ماہ و سال کا یہ تعین خود حالی کے بیان سے کیا ہے، حالی اپنے ایک خط میں جس کا عکس اس مضمون کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے لکھتے ہیں:

''میرا حال یہ ہے کہ اکتوبر ۱۸۸۶ء میں حسب الطلب صاحب ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب ایچی سن کالج میں مسلمان سردار زادوں کی اتالیقی پر مقرر ہو کر لاہور گیا تھا۔ آٹھ مہینے وہاں رہا اور آخر کار چند موانع کے سبب وہاں سے پھر بدستور عربی سکول دہلی میں چلا آیا۔''

اس اقتباس سے کچھ سوالات کا جواب ملتا ہے اور کچھ نئے سوال پیدا ہوتے ہیں اس اقتباس

سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حالی:

۱۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء میں ایچی سن کالج سے وابستہ ہوئے۔

۲۔ وہ یہاں ٹیچر کی حیثیت سے نہیں ٹیوٹر کی حیثیت سے آئے۔

۳۔ ان کا یہ تقرر، ان کی خواہش پر نہیں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب کے حکم سے ہوا۔

۴۔ حالی آٹھ ماہ تک ایچی سن کالج سے وابستہ رہے۔

۵۔ ایچی سن کالج سے ترک تعلق کرتے ہوئے حالی، عریبک سکول دہلی میں واپس چلے گئے۔

سوال یہ پیدا ہوتے ہیں کہ:

۱۔ حالی نے ایچی سن کالج کی ملازمت کیوں ترک کی۔

۲۔ ایچی سن کالج، محکمہ تعلیم یا اس کے ڈائریکٹر کے ماتحت نہیں بلکہ ایک خودمختار ادارہ ہے جس کا انتظام، گورنر پنجاب کی سربراہی میں ایک بورڈ آف گورنرز چلاتا ہے پھر حالی کا تقرر ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب نے کیوں کر کیا؟

پہلے دوسرے سوال کا جواب:

چونکہ ایچی سن کالج کا تخیل، اس وقت کے گورنر پنجاب مسٹر سی یو ایچی سن کے ذہن کی پیداوار تھا اور وہ اس ادارے کے قیام اور ترقی میں بہت دلچسپی رکھتے تھے اور برطانوی حکومت میں لیفٹیننٹ گورنر صوبے کا بااختیار حاکم ہوتا تھا اس لیے صوبے کا محکمہ تعلیم بھی ان کی خواہشات کے مطابق کام کرتا تھا چنانچہ ابتداءً ایچی سن کالج کے امور و معاملات میں جس طرح صوبے کے دوسرے محکموں مثلاً پی ڈبلیو ڈی وغیرہ نے تعاون کیا اس طرح محکمۂ تعلیم نے سٹاف وغیرہ کے تقرر میں تعاون کیا۔ مگر بعد ازاں رفتہ رفتہ ایچی سن کالج کے ایک خودمختار ادارہ ہونے کی حیثیت مستحکم ہوگئی۔

حالی، چونکہ محکمۂ تعلیم پنجاب کے ملازم تھے اس لیے کرنل ہالرائیڈ نے جو حالی کو جانتے بھی تھے۔ حالی کو ٹرانسفر کے طریقے سے دہلی سے لاہور منتقل کیا۔

پہلے سوال کا جواب تلاش کرنے سے قبل کچھ اور پہلوؤں کو واضح کرنا ضروری ہے:

حالی ایچی سن کالج میں سائل بن کر نہیں مُراد بن کر آئے بہ این طور کہ وہ یہاں آنے کے تمنائی نہیں تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اپنے سابقہ تجربۂ قیام لاہور کی روشنی میں وہ لاہور کے بارے میں خوش رائے نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں ان کے برادرِ بزرگ خواجہ امداد حسین بیمار ہوگئے تھے۔ خواجہ امداد حسین نے حالی کی پرورش باپ کی طرح کی تھے۔[۲۲] علاج کے لیے وہ اپنے عزیز بھائی کے پاس دہلی چلے آئے یہاں چھوٹے بھائی نے پانچ چھ ماہ تک بہت لگن سے بڑے بھائی کا علاج کروایا لیکن کوئی دوا کارگر نہ ہوئی اور حالی کو اپنے بڑے بھائی کی دائمی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا[۲۳] حالی نے خواجہ امداد حسین کی وفات پر بڑے دردناک اشعار کہے[۲۴] جن سے بھائی کی محبت اور اس حادثے پر ان کے

جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ امداد حسین کی وفات سے حالی کا دل بجھ گیا تھا۔ اس ذہنی و قلبی کیفیت میں انھیں لاہور کوچ کا حکم ملا جو یقیناً ان کے لیے کوئی خوش گوار صورت پیدا کرنے کا باعث نہیں بنا ہوگا۔

تاہم ملازمت میں اور پھر انگریزی ملازمت میں ایک دیسی کی حیثیت سے حالی کے پاس تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ناچار انھیں لاہور آنا پڑا اور ایچی سن کالج میں صاحبوں کے ساتھ ''مصاحب'' بن کر رہنا پڑا۔ طبیعت کے خلاف سفر، لاہور کی آب و ہوا کی حالی سے ناموافقت اور نئے ادارے کے نئے ڈھنگ، رنگ لانے لگے۔

اکتوبر ۱۸۸۶ء سے دسمبر ۱۸۸۷ء تک تو غالباً حالی یہاں اس قدر مصروف رہے کہ انھیں خط لکھنے کی بھی مہلت نہیں ملی (یا اگر انھوں نے کوئی خط لکھا تو وہ محفوظ نہیں رہ سکا) ایچی سن کالج سے لکھا ہوا ان کا پہلا دستیاب خط حافظ محمد یعقوب مجددی کے نام ہے جو ۱۷/جنوری ۱۸۸۷ء کو لکھا گیا (حافظ صاحب، حالی کے قدیم پانی پتی احباب میں سے تھے، متوفی ۸/اکتوبر ۱۹۳۲ء پانی پت) اس کے بعد انھی صاحب کے نام ۲۴/فروری ۱۸۸۷ء کا لکھا ہوا ایک اور خط دستیاب ہے جس میں ان کی اہلیہ کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے مکتوب الیہ کو دوسری شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔[۲۵]

اپنے فرزند خواجہ سجاد حسین (۱۸۶۱ء۔۱۹۴۶ء) کے نام حالی کا پہلا خط ۶/مارچ ۱۸۸۷ء کا ملتا ہے اس کے بعد ۷/مارچ، ۱۵/مارچ، ۱۸/اپریل، ۲۱/اپریل، ۵/مئی، ۱۱/مئی، ۱۶/مئی اور یکم جون کو انھوں نے خواجہ سجاد حسین کو ایچی سن کالج سے خطوط لکھے۔ یکم جون ۱۸۸۷ء کے خط کے سوا باقی سب خطوط کا اختتام ''الطاف حسین از لاہور ایچی سن کالج'' کے الفاظ پر ہوتا ہے، خواجہ سجاد حسین کے نام پہلے تین خطوط تو ان کی ملازمت (وہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس فیروز پور تھے) اور تبادلے کے مسائل سے متعلق ہیں، ۱۸/اپریل ۱۸۸۷ء کے خط میں لکھا ہے:

> گھر کی ضرورتیں اکثر میرے وہاں نہ ہونے کے سبب رکی رہتی ہیں یہاں کی شب و روز کی پابندی نبھنی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے اور اب نوکری سے جی بھی سیر ہو گیا ہے اسی لیے شاید مجھ کو جلد یہاں سے رخصت حاصل کرنی پڑے۔ تم اپنی خیریت سے جلد جلد مطلع کرتے رہو۔ زیادہ دعا۔
>
> ۱۸/اپریل ۸۷ء　　　　الطاف حسین از لاہور ایچی سن کالج[۲۶]

مولانا حالی ۱۸۸۶ء میں پچاس کے پیٹے میں تھے، عمر بھر کی محنت مشقت کے بعد اب انھیں کسی ایسے مشغلے کی ضرورت تھی جس میں وہ بہ سہولت شب و روز بسر کر سکیں ایچی سن کالج کی حیثیت ایک پبلک سکول کی تھی جس میں صبح سے شام تک مصروفیت رہتی ہے۔ حالی کو خود ان کے بیان کے مطابق اتالیق بنایا گیا تھا۔ ٹیچر کی ذمہ داری تو سکول کے اوقات کے بعد ختم ہو جاتی لیکن ٹیوٹر کی ذمہ داریوں کا

سلسلہ شب و روز کو محیط رہتا، ٹیوٹر کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے ساتھ متعلق کیے گئے طالب علم کے ساتھ رہے، اس کی ضرورت کا خیال رکھے، وہ جہاں جائے اس کے ساتھ جائے، طالب علم نوابوں مہاراجوں کے بچے تھے اس لیے ٹیوٹر کو ان کی ناز برداری بھی کرنا پڑتی ہوگی۔ ظاہر ہے حالی جیسے شخص کے لیے یہ سب کچھ بہت دشوار ہوگا۔

نوکری سے بےزاری اور حالی کے غیاب کے باعث دہلی میں ان کے امور خانہ داری کا متاثر ہونا الگ تھا۔ حالی کی حساس طبیعت پر خلافِ مزاج ذمہ داریوں کا اثر مرتب ہوا اور وہ جسمانی طور سے علیل ہونا شروع ہو گئے۔ اس صورت حال میں انھیں یہاں رہنا اور بھی دشوار محسوس ہونے لگا اور وہ یہاں سے جانے کی راہ سوچنے لگے چنانچہ ۵ مئی ۱۸۸۷ء کو خواجہ سجاد حسین کو لکھا۔

> ''مجھے آٹھ سات روز پیچش رہی اب کئی دن سے داڑھ میں درد ہے مگر روز بروز کم ہوتا جاتا ہے میرا یہاں رہنے کا ارادہ نہیں، اگر جناب ڈائریکٹر صاحب بہادر اور جناب جنرل صاحب بہادر نے بخوشی اجازت دے دی تو میں جلد واپس چلا جاؤں گا، مفصل حالات سے پھر اطلاع دوں گا......''(۲۷)

اس اقتباس میں مذکور ڈائریکٹر صاحب بہادر سے ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشنز پنجاب کرنل ہالرائیڈ ہیں جن کے ایما پر حالی دہلی سے لاہور آئے تھے اور جناب جنرل صاحب بہادر سے ایچی سن کالج کے پہلے گورنر مُراد ہیں۔

اکتوبر ۱۸۸۶ء کی جس میٹنگ میں کالج کے نصابات کی منظوری دی گئی اور کالج کے اوّلین سٹاف کا تقرر کیا گیا تھا اس میٹنگ میں سر چارلس ایچی سن نے یہ اہم اعلان بھی کیا تھا کہ آئندہ سکول کو ایک گورنر کے ماتحت چلایا جائے گا اور یہ گورنر کوئی ملٹری آفیسر ہوگا، مسٹر ایچی سن نے کہا تھا:

> "It was advisable that this appointment should be held by a military officer of some standing, in order to ensure that a proper tone might be given to the training of the students, and the discipline of the institution duly maintained"(28)

چنانچہ اس منصب پر اوّلین گورنر کی حیثیت سے لیفٹیننٹ جنرل ایس بلیک، سی ایس ای کا تقرر کیا گیا۔ حالی کے منقولہ اقتباس میں جناب جنرل صاحب بہادر سے یہی جنرل بلیک مراد ہیں۔

کرنل ہالرائیڈ سے تو حالی کی کچھ نہ کچھ یاد اللہ پہلے سے تھی، انجمن پنجاب کے مشاعروں وغیرہ کے حوالے سے حالی ان سے ملے ہوئے تھے لیکن نئے جنرل صاحب سے حالی کا معاملہ نیا تھا اور پھر ایچی سن کی ملازمت کا یہ سارا تجربہ ہی نیا تھا اس لیے طبعاً حالی اپنی ناخوشی کو ظاہر کرنے سے گھبراتے بھی تھے لیکن ان کی کیفیت انتظامیہ سے چھپی بھی نہیں رہی، کہا جاتا ہے کہ اوّلین بار جب حالی لاہور آئے تھے تو ماسٹر پیارے لال آشوب نے ان کے لیے پنجاب بک ڈپو میں ملازمت کے سلسلہ میں کوشش کی تھی۔

اگر چہ اس بات سے اختلاف بھی کیا گیا[۲۹] تاہم یہی پیارے لال آشوب اس بار ڈائریکٹر صاحب تک حالی کی معروضات پہنچانے کا ذریعہ بنے' (اس سے گمان ہوتا ہے کہ پہلے بھی پیارے لال آشوب نے سفارش کی ہوگی)۔

حالی اب بہت گھبرا چکے تھے اور بہ ہر صورت یہاں سے واپس جانا چاہتے تھے لیکن کالج کی انتظامیہ کے اپنے مسائل تھے۔ ایک تو حالی اور ان کے ایک اور ساتھی کالج کے اوّلین مصاحب یا ٹیوٹر تھے اور کالج کے پاس فی الحال ان کا کوئی متبادل نہیں تھا دوسرے کالج کو چونکہ پنجابی رؤسا کے تمام طبقوں میں مقبول بنانا پیش نظر تھا اس لیے یہاں کے سٹاف اور طالب علموں میں ہندو سکھ اور مسلمان افراد کی تعداد میں تناسب بھی مدنظر رکھنا تھا۔

۱۸۸۶ء میں مقرر کیے جانے والے سات افراد پر مشتمل کالج کے اوّلین ٹیچنگ سٹاف میں مسلمان صرف دو: محمود خان اور رحیم بخش تھے جب کہ باقی پانچ ماسٹرز (ڈبلیو اے رابنسن، امولک رام، لالہ شیو دیال' بابو دھیرت رام' سوہن لال) انگریز اور ہندو تھے۔[۳۰] یہ صورت حال کالج کی شہرت کے لیے نیک فال نہیں سمجھی جا رہی تھی اور اس پر اخبارات وغیرہ میں آوازیں بھی بلند ہوئی تھیں۔

حالی اس مسئلے میں کالج انتظامیہ کی کیا مدد کر سکتے تھے۔ وہ تو خود یہاں سے واپس جانا چاہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے تھے کہ اپنی جگہ کسی اور مسلمان کو مصاحب بنوا جائیں اس مقصد کے لیے ان کی نظر اپنے بڑے بیٹے پر ہی پڑی جو غالباً ان دنوں کسی ملازمت کے خواہاں بھی تھے چنانچہ حالی نے اپنی جگہ خواجہ اخلاق حسین (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۴ء) کا نام تجویز کیا اور ان کی تعلیمی اسناد بھی کالج انتظامیہ کو دکھا دیں لیکن حالی کے یہ مطالبات ماننا یا نہ ماننا گورنر کا اختیار تھا اور گورنر سے حالی براہ راست رابطہ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ ماسٹر پیارے لال آشوب کے واسطے سے کرنل ہالرائیڈ اور کرنل ہالرائیڈ کے توسط سے جنرل بلیک تک درخواستیں پہنچائی گئیں۔

حالی نے خود رخصت پانے کے لیے بیٹے کا نام تو تجویز کر دیا تھا لیکن جن حالات کے سبب وہ خود یہاں سے جانا چاہتے تھے۔ باپ کی حیثیت سے سوچتے تو بیٹے کو بھی ان میں مبتلا نہیں دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ اپنی اس تجویز پر متذبذب ہو گئے اور یہ طے کیا کہ ایک بار جو کچھ اخلاق حسین کے حوالے سے کہا سنا جا چکا ہے۔ اب اس سے زائد کچھ نہ کہا جائے اور فیصلہ قسمت پر چھوڑ دیا جائے' انھوں نے خواجہ سجاد حسین کے نام ۱۶ رمئی ۱۸۸۷ء کے خط میں اس ساری صورتِ حال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

> ''...... میں یہاں بہت گھبرا رہا ہوں جرنیل صاحب سے اور نیز ڈائریکٹر صاحب سے یہ ذکر آ چکا ہے کہ میں واپس دہلی کو جانا چاہتا ہوں مگر ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا۔ ماسٹر پیارے لال صاحب کی معرفت ڈائریکٹر صاحب سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ میری جگہ اخلاق حسین کو مقرر کر دیا جائے اور ان کے سرٹیفکیٹ بھی دکھائے تھے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں جرنیل صاحب

سے ذکر کروں گا لیکن اب روز بروز میری یہ رائے ہوتی جاتی ہے کہ ان کو یعنی اخلاق حسین کو یہاں نہ بلاؤں۔ یہاں کے حالات قابل اطمینان نہیں ہیں ارادہ یہ ہے کہ جس قدر ڈائریکٹر صاحب سے ماسٹر صاحب نے تحریک کر دی ہے اس سے زیادہ میں اس باب میں کچھ پیروی نہ کروں گا۔ اگر انھوں نے اخلاق حسین کو خود ہی مقرر کر دیا تو خیر ورنہ میں دوبارہ اس کا ذکر نہ کروں گا۔ خدا سے دعا کرو کہ میں آبرو کے ساتھ اور جرنیل صاحب کی رضامندی اور خوشی کے ساتھ یہاں سے جلد رخصت ہو جاؤں۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک مضمون چھپا تھا کہ ایچی سن کالج کے سٹاف میں مسلمان بہت کم ہیں اور ہندو بہت ہی زیادہ ہیں حالانکہ سردارزادے جو یہاں تعلیم پاتے ہیں ان میں ہندو مسلمان برابر ہیں۔ اس لیے اب جرنیل صاحب کی یہ رائے ہوگئی ہے کہ آئندہ جو ٹیچر مقرر کیا جائے وہ مسلمان ہو جب تک کہ تعداد ہندو اور مسلمان ٹیچروں کی برابر نہ ہو جائے۔ بالفعل ایک فارسی مدرّس اور ایک انگلش ٹیچر کی ضرورت ہے۔ بہت سی درخواستیں آ رہی ہیں۔ شاید اس آسامی کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ پچاس روپیہ ماہوار ہو۔ اس آسامی کے واسطے ماسٹر صاحب نے تصدق حسین کا ذکر بھی کیا تھا۔ ڈائریکٹر صاحب نے اس کے مقرر کرنے پر خوشی ظاہر کی تھی چنانچہ تصدق حسین کو درخواست بھیجنے کے لیے لکھا گیا تھا مگر چھ سات روز گزر چکے ہیں اب تک جواب نہیں آیا۔ خدا جانے خط تلف ہو گیا یا ان کو یہاں آنا منظور نہیں......''

راقم الطاف حسین از لاہور، ایچی سن کالج ۱۶ رمئی ۱۸۸۷ء (۳۱)

اس طویل اقتباس کے بعض نکات کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے البتہ دو امور پر روشنی ڈالنا ضروری ہے:

۱۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہونے والے مضمون میں جو کہا گیا کہ کالج کے سٹاف میں ہندو مسلمان کا تناسب درست نہیں اس پر تو ہم پہلے بات کر چکے ہیں، دوسرے پہلو یعنی کالج میں ہندو اور مسلم طلبا تعداد کے اعتبار سے برابر ہیں' کا جائزہ لیا جائے تو کالج کا ریکارڈ اخبار کے مضمون نگار کی تائید کرتا ہے۔ ذیل کے نقشے سے مختلف سالوں میں کالج میں زیر تعلیم طالب علموں کی کل تعداد اور ان میں ہندو مسلم کا تناسب معلوم کیا جا سکتا ہے۔

سنہ	کل طلبا	مسلمان	ہندو	سکھ
۱۸۸۶ء	۱۲	۵	۱	۶
۱۸۸۷ء	۳۴	۱۶	۱۸	
۱۸۹۴ء	۷۰	۳۵	۳۵	
۱۹۰۰ء	۶۸	۳۴	۳۴	

خواجہ اخلاق حسین تو غالباً حالی کی جگہ ایچی سن کالج میں نہیں آئے، البتہ حالی یا ماسٹر پیارے

لال آشوب نے فارسی ٹیچر یا انگریزی مدرس کے طور پر تصدق حسین صاحب کا جو نام تجویز کیا تھا اور جن سے اس آسامی کے لیے درخواست دائر کرنے کو کہا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے، بالآخر ان کی درخواست آ گئی اور وہ ایچی سن کالج سے ٹیچر کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے، یوں حالی ایچی سن کو اپنی کم از کم ایک یادگار خواجہ تصدق حسین کی شکل میں دے گئے۔ تصدق حسین حالی کے برادر نسبتی خواجہ محمد علی کے صاحب زادے تھے (خواجہ محمد علی نے دو شادیاں کی تھیں پہلی شادی مولانا حالی کی بڑی ہمشیرہ امتہ الحسنین سے کی تھی۔ جن سے ان کے ہاں ایک بیٹی ہی متولد ہوئی، خواجہ تصدق حسین ان کی دوسری اہلیہ سے تھے)۔

ایچی سن کالج کے ''مقامی اور انگریز ماسٹرز کی فہرست'' میں ''ایم تصدق حسین'' کا نام موجود ہے لیکن حالی کی طرح وہ بھی زیادہ دیر ایچی سن کالج میں نہیں رہ سکے اور ایک سال میں ہی کالج سے رخصت ہو گئے وہ ۱۸۸۷ء میں حالی کے بعد ایچی سن سے وابستہ ہوئے اور اگلے ہی برس ۱۸۸۸ء میں ان کا یہ تعلق ختم ہو گیا۔(۳۲) یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حالی کا نام ایچی سن کالج کے ریکارڈ اور کسی فہرست میں نہیں ہے، حالی ماسٹر/ٹیچر نہیں تھے بلکہ وہ مصاحب/اتالیق تھے جن کا کوئی ریکارڈ نہیں البتہ جے سی گاڈلے نے اوّلین سٹاف میں دو مصاحبوں کی تقرری کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ذیل کے الفاظ میں ان کی ذمہ داری کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

"Two Musahibs were added to Assist in superintendence out of school hours"(33)

ہماری رائے میں حالی انھی دو میں سے ایک ہیں، دوسرے مصاحب کون تھے کالج سے متعلق دستاویزات میں اس کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ مولانا حالی نے خواجہ سجاد حسین کے نام ایک خط میں کسی ''مولوی عبداللہ صاحب'' کا ذکر کیا ہے'' مکرمی مولوی عبداللہ صاحب سلام علیک کہتے ہیں، زیادہ دعا الطاف حسین از لاہور ایچی سن کالج ۲۱/اپریل ۱۸۸۷ء۔''(۳۴)

ایسا گمان ہوتا ہے کہ دوسرے مصاحب یہی مولوی عبداللہ صاحب ہوں گے۔

تاہم ہمیں اس سوال سے زیادہ دلچسپی ہے کہ حالی کو ایچی سن سے کیونکر رخصت ملی۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کالج انتظامیہ نے حالی کا کالج چھوڑنا کسی دوسرے مسلمان اتالیق کی آمد سے مشروط کر رکھا تھا جب تک ایسا نہ ہوا حالی یہاں سے رخصت ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے جب حالی کی آسامی پر کسی متبادل مسلمان اتالیق کا انتظام ہو گیا تو حالی کو ایچی سن کالج سے واپس عربک سکول دہلی جانے کی اجازت ملی۔ اس ''خوش گوار'' مرحلے پر حالی نے اپنے بیٹے کو اطلاع دیتے ہوئے لکھا:

''برخوردار! میری اسامی کا انتظام ہو گیا ہے غالباً ۵ یا ۶ جون تک میں ان شاء اللہ دہلی کو روانہ ہو جاؤں گا اس وقت فیروز پور میں آنا اور وہاں تمھارے انتظار میں ٹھہرنا، وقت سے خالی نہ ہوگا اس لیے ان شاء اللہ العزیز تم سے ملنے کو عنقریب وطن سے پھر آؤں گا میرا ارادہ ہے کہ

اگر نصف تنخواہ پر چھ مہینے کی رخصت ملنے کی امید ہوئی تو میں اب دہلی میں پہنچتے ہی درخواست دے دوں گا اور چھ مہینے تک ذرا دم لونگا اِدھر اُدھر پھروں گا ان شاء اللہ تم سے پھر ملوں گا......''(۳۵)

اس خط سے حالی کی اس تھکن کا اظہار بھی ہوتا ہے جس کا وہ قیام لاہور میں شکار ہو گئے تھے۔ تبھی تو وہ کم از کم چھ ماہ آرام کرنا چاہتے ہیں اور دہلی کے مدرسے میں حاضری کی بھی ہمت نہیں پاتے۔ وہ لاہور کے قریب ہی مقیم اپنے عزیز بیٹے سے ملاقات کے لیے فیروز پور تک کا سفر کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔ خواجہ سجاد حسین جیسا کہ پہلے لکھا گیا' ان دنوں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس فیروز پور تھے اور حالی کے خط سے متبادر ہوتا ہے کہ جب یہ خط لکھا جا رہا تھا اس وقت وہ کسی معائنے وغیرہ کے لیے شہر سے باہر ہوں گے۔

حالی کے پاس اپنے ملازم نانو خان کے کچھ کپڑے بھی تھے جو انھیں فیروز پور بھجوانا تھے' انھوں نے وہ کپڑے بھی لاہور ہی میں ایک اور صاحب کے سپرد کیے اور دہلی پہنچ کر خواجہ سجاد حسین کو لکھ دیا کہ نانو خان کے کپڑے ''لاہور میں مولوی رحیم بخش صاحب کے سپرد کر آیا تھا۔ اگر ضرورت ہو تو وہاں سے منگوا لو یا تو ان کے پاس ہوں گے یا برخوردار تصدق حسین کے پاس ہوں گے۔''(۳۶)

اس اقتباس سے خواجہ تصدق حسین کے ایچی سن کالج سے وابستہ ہو جانے کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے۔ ان تفصیلات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حالی جلد از جلد ترکِ قیام لاہور کر کے دہلی پہنچنا چاہتے تھے۔ اس میں ان کی موجودہ ملازمت سے اکتاہٹ اور دہلی کی کشش کے دونوں عوامل کارفرما تھے۔

حالی کے ایچی سن کالج سے لکھے گئے خطوط کا اختتام ''الطاف حسین از لاہور ایچی سن کالج'' کے الفاظ پر ہوتا تھا لیکن یہ پہلا خط ہے جس کے اختتام میں ایچی سن کالج کا پتا درج نہیں اور فقط ''الطاف حسین از لاہور یکم جون ۱۸۸۷ء''(۳۷) لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ حالی' متبادل انتظام ہوتے ہی ایچی سن سے رخصت ہو گئے اور انھوں نے ایچی سن کی رہائش ترک کرتے ہوئے بقیہ چند دن بھی لاہور میں کہیں اور گزارے۔

حالی کے قیامِ لاہور کا یہ زمانہ کتنے عرصے کو محیط ہے؟ اس کا بھی درست تعین حالی کے سوانح نگاروں کے ہاں نہیں ملتا۔ ہم اس مضمون کے ساتھ حالی کے جس خط کا عکس شائع کر رہے ہیں' اس سے حالی کے یہاں قیام کے زمانے کی مدت بھی معلوم ہوتی ہے' اور باقی خطوط اس زمانہ ء قیام کی تصدیق کرتے ہیں۔ حالی کے بیان: ''آٹھ مہینے وہاں رہا'' کی روشنی میں اکتوبر ۱۸۸۶ء سے محسوب کیا جائے تو جون ۱۸۸۷ء تک آٹھ مہینے بنتے ہیں۔ قیاس کہتا ہے کہ حالی یکم جون ۱۸۸۷ء کو (جب خواجہ سجاد حسین کو خط لکھا گیا) ایچی سن کی ملازمت سے فارغ ہو چکے تھے۔

ان" چند موانع" کی تفصیل جان لینے کے بعد' جن کے سبب سے حالی پھر بدستور عربیک سکول دہلی میں چلے گئے اب یہ جاننا باقی ہے کہ ان آٹھ مہینوں میں حالی کا قیام کہاں رہا۔؟

ایچی سن کالج کے حلقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ حالی اپنے زمانہء اتالیقی میں کالج کے تین قدیم بورڈنگ ہاؤسز میں سے بورڈنگ ہاؤس نمبرون جسے اب '' کیلے ہاؤس'' کہا جاتا ہے کے ٹیوٹر روم میں مقیم رہے لیکن تحقیق سے یہ امر ثابت نہیں ہو سکا۔

گورنمنٹ وارڈ سکول انبالہ (جس کی بنیاد پر ایچی سن کالج کا تخیل ابھرا) کے طالب علموں کو کالج مینجمنٹ کمیٹی کے مئی ۱۸۸۶ء کی میٹنگ میں کیے گئے فیصلے کے مطابق لاہور لایا گیا۔ اس وقت تک کالج کی عمارات کی تعمیر کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ ان طالب علموں کو (جو تعداد میں بارہ تھے) ڈیوس روڈ (موجودہ سر آغا خان روڈ) پر کرائے کی عمارت میں ٹھہرایا گیا۔ کرائے پر لی جانے والی ان عمارات کو کالج کے ایک سابق پرنسپل مسٹر گاڈلے نے ایک یا تین بنگلے بتایا ہے۔[۳۸] ہمارا خیال ہے کہ بنگلے تین تھے۔ ان میں سے ایک تعلیمی سرگرمیوں کے لیے کلاس روم کے طور پر اور باقی دو ہاسٹل کی حیثیت سے استعمال کئے جاتے ہوں گے۔ یہاں سے ہی ''اپریل ۱۸۸۹ء میں سکول کی کلاسیں چند ماہ قبل مکمل ہونے والے نئے بورڈنگ ہاؤسز میں منتقل کر دی گئیں۔''[۳۹]

حالی اکتوبر ۱۸۸۶ء میں لاہور ایچی سن کالج میں بلائے گئے تھے اور ڈیوس روڈ کی عمارت / عمارات میں نومبر ۱۸۸۶ء سے سکول کی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ اپریل ۱۸۸۹ء تک ڈیوس روڈ کے بنگلے بغیر کسی دشواری کے زیر استعمال رہے۔[۴۰]

ایچی سن کالج کی 'مین بلڈنگ' کا سنگ بنیاد ۳ نومبر ۱۸۸۶ء کو وائسرائے ہند لارڈ ڈفرن نے رکھا[۴۱] اور یہ عمارت ۱۸۹۰ء میں مکمل ہوئی۔ ہاسٹلوں کی تعمیر اس سے چند ماہ قبل مکمل ہو گئی تھی۔ اس لیے اپریل ۱۸۸۹ء میں ڈیوس روڈ کے بنگلوں سے ایچی سن کالج اوّل اوّل ہاسٹلوں ہی میں منتقل ہوا اور ان میں بھی بہ گمانِ غالب' کے لیے ہاؤس کو تعلیمی بلاک کے طور پر استعمال کیا گیا۔

حالی چونکہ یکم جون ۱۸۸۷ء کو واپس دہلی چلے گئے تھے اس لیے اس بات کا امکان نہیں کہ انھوں نے کالج کی موجودہ عمارات میں وقت گزارا ہو۔ ایچی سن کالج میں ان کا زمانہ ملازمت' ڈیوس روڈ کے بنگلوں ہی میں گزرا' ہاں یہ ضرور ممکن ہے کہ حالی ڈیوس روڈ سے گھومتے ہوئے ایچی سن کالج کی زیرِ تعمیر عمارات دیکھنے کو آتے ہوں۔ اور یہاں کی مٹی نے ان کے قدموں کی چاپ سن رکھی ہو۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حالی نے اپنی اس تحریر کو ''ترجمہ حالی'' کا عنوان دیا تھا' ان کی یہ مختصر خودنوشت سوانح ان سے متعلق متعدد کتابوں حالات حالی' مکتوبات حالی' مقالات حالی' مجموعہ نثر حالی' ارمغان حالی' کلیات نثر حالی وغیرہ میں موجود ہے' ہم نے کلیات نثر حالی جلد اوّل مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی (لاہور: مجلس ترقی ادب' ۱۹۶۷ء) میں شامل متن کو پیش نظر رکھا ہے (صفحہ ۳۲۸ سے صفحہ ۳۴۵ تک) جس میں یہ ''بیان حالی'' کے زیر عنوان شامل کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مرتب نے حواشی بھی تحریر کیے ہیں اور آخر میں ۱۹۰۱ء کے بعد کے حالات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

۲۔ صالحہ عابد حسین، یادگار حالی، لاہور: آئینہ ادب ۱۹۶۶ء، ص ۳۵

۳۔ بیان حالی در کلیات نثر حالی، ص ۳۳۹

۴۔ یہ خیال ہم سے پہلے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب ظاہر کر چکے ہیں' انھوں نے لاہور آمد کا ذکر کرتے ہوئے کچھ اور پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے:

''حالی بہ قول خود تقریباً چار سال لاہور میں رہے اور ۱۸۷۴ء کے مشاعرے کی چار نشستوں میں شریک ہو کر اس سال دہلی گئے اس حساب سے ۱۸۷۰ء کے قریب آپ لاہور میں آئے ہوں گے۔ یہ زمانہ میجر فلر کا تھا آپ کو سر رشتہ تعلیم میں اسسٹنٹ ٹرانسلیٹر کی جگہ ملی (بحوالہ تہذیب الاخلاق (سرسید) صفحہ ۵۵۶) کہا جاتا ہے کہ یہ ملازمت انھیں ماسٹر پیارے لال آشوب کی وساطت سے ملی' لیکن یہ غلط ہے اس غلطی کا واحد معاصر راوی مصنف خم خانہ جاوید ہے اس سے دوسرے مصنفوں' علم الدین سالک' صادق قریشی وغیرہ نے بھی یہ خیال لے لیا ہے۔

(حواشی بر مقدمہ شعر و شاعری رحالی' لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۵۳ء، ص ۴۳) لیکن ڈاکٹر غلام مصطفی خان (حالی کا ذہنی ارتقا' لاہور: مکتبہ کارواں ۱۹۶۶ء ص ۲۴) نے حالی کی لاہور آمد کو ۱۸۷۲ء کا واقعہ قرار دیا ہے۔ ان کا استدلال اپنی ایک غزل پر حالی کے ایک نوٹ سے ہے جس میں ۱۲۸۹ھ کا سنہ مذکور ہے۔ یہ نوٹ آگے آ رہا ہے' ہمارے خیال میں حالی کی سوانحی تحریر اس پر قابل ترجیح ہے۔

۵۔ حمید احمد خان' پروفیسر، ارمغانِ حالی، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۷۱ء، ص ۷۴ حاشیہ۔

۶۔ بیان حالی در کلیات نثر حالی، ص ۳۳۹

۷۔ مثلاً صالحہ عابد حسین (یادگار حالی ص ۴۲) ڈاکٹر وحید قریشی (مقدمہ ص ۴۴) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی (کلیات نظم حالی لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۸ء جلد اوّل ص ۱۱' بحوالہ شیخ اسمٰعیل پانی تذکرہ حالی ص ۶۲) جب کہ ہیضے اور چیچک کی وبا اور بخار کا ذکر خود حالی نے لاہور سے متعلق اپنی غزل پر لکھے ہوئے نوٹ میں کیا ہے۔ جس کے کچھ شعر مضمون میں درج ہیں:

''یہ غزل تقریباً ۱۲۸۹ھ میں اس وقت لکھی تھی جب کہ اوّل ہی اوّل بہ تقریب ملازمت دلّی چھوڑ کر لاہور جانا پڑا تھا اس وقت اوّل تو دلّی سے جدا ہونا سخت شاق گزرتا تھا دوسرے لاہور میں کسی سے جان پہچان نہ

تھی وہاں پہنچتے ہی نہایت سخت وبا آئی اور وبائے ہیضہ کے بعد مدت تک چیچک اور بخار کا زور رہا۔ آخر کار راقم بھی سخت بیمار ہو گیا۔ اس تنہائی اور سراسیمگی و غم واندوہ کی حالت میں یہ اشعار لکھے گئے۔" (حالی)
دیوان حالی طبع اوّل ۱۸۹۳ء بحوالہ کلیات نظم حالی ص ۸۲

۸۔ کلیات نظم حالی جلد اوّل ص ۸۲

۹۔ گورنمنٹ وارڈز سکول انبالہ کے مقاصد اور اس کی توسیع کی تجویز پر اس زمانے کے ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشنز پنجاب میجر (بعد ازاں کرنل) ڈبلیو آر ایم ہالرائڈ کی یہ تحریر بہ خوبی روشنی ڈالتی ہے:

"Proposals are now under consideration for extending the scope of this institution. It is thought desirable that all Government wards should be educated in this school, unless there is some special reason. Why they should not be sent to umballa. It is proposed also that Sardars shall be invited to send their sons. The wards have hither to lived in separate houses, and have been exposed to the evil influence of servants and dependents.

Government now desires that they shall be brought under the more immediate authority of the Superintendent."

Holroyd, W.R.M, Major: Report on Popular Education in the Punjab and its Dependenceies, for the year 1874-75 (Published by Authority) Lahore W.E. Ball, successor to the Punjab Prining Press Company 1876, Para No. 104, pp70-71.

10. *J.C. Godley: A Record of the Aitchison College at Lahore 1887-1901 with a list of former and present students showing their parentage. Lahore: Civil & Military Gazette Press, 1901, p.7.*

۱۱۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حالی کے 'اینگلو عربک سکول دہلی کے ۷۵۔۱۸۷۴ء کے کچھ کوائف بھی پیش کر دیئے جائیں:

دہلی، اینگلو عربک سکول (لوئر ڈیپارٹمنٹ) تعداد سکول: ۱

سال کے اختتام پر طالب علموں کی تعداد:

عیسائی	ہندو	محمڈنز	سکھ	دوسرے	کل
--	۴	۱۵۹	--	--	۱۶۳

حاضری: ماہانہ اوسط حاضری	روزانہ اوسط حاضری	اوسط عمر
۱۷۲	۱۴۷	۱۰

اساتذہ: عیسائی	دوسرے
--	۶

سکول فیس کی ماہانہ شرح: ایک سے آٹھ آنے کل اخراجات ۲۰۷۶ روپے ۳ آنے

مختلف زبانوں میں زیر تعلیم طالب علموں کی تعداد:

انگلش اردو ہندی (ناگری) ہندی (مہاجنی) عربی فارسی سنسکرت۔ ۱۶۳ ---- -- --۴۸--

Holroyd. W.R.M. Major; Op. Cit. p.xx,xxi

12. Godley, J.C. Op- Cit p2.

۱۳۔ یہ نظم جواہرات حالی میں ص ۱۰۱ پر "شکریہ تشریف آوری سر چارلس ایچی سن" ۱۸۸۲ء کے عنوان سے شامل ہے جہاں سے نقل کر کے اسے کلیات نظم حالی میں درج کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضور تشریف جب کہ لائیں — تو کیوں نہ آنکھوں کو ہم بچھائیں
خوشی کے کیونکر نہ گیت گائیں — بدن میں پھولے نہ ہم سمائیں
کہاں یہ قسمت کہ آپ آئیں
ہماری یوں آبرو بڑھائیں

حضور نے کی جو یہ عنایت — کہ آ کے دی مدرسے کو عزت
گھٹی نہ کچھ اس سے شانِ حضرت — مگر بڑھا دی ہماری وقعت
کہاں یہ قسمت کہ آپ آئیں
ہماری یوں آبرو بڑھائیں

یہ دھوم سنتے تھے ہم برابر — کہ آپ تعلیم کے ہیں یاور
سو آ گیا آج ہم کو باور — کرم کیا آپ نے جو آ کر
کہاں یہ قسمت کہ آپ آئیں
ہماری یوں آبرو بڑھائیں

حضورِ پُر نور سر ایچی سن — ہوئے ہیں یاں جب سے سایہ افگن
یہ آ رہا شہر پر ہے جوبن — بنی ہے دلّی تمام گلشن
کہاں یہ قسمت کہ آپ آئیں
ہماری یوں آبرو بڑھائیں

(کلیات نظم حالی جلد اوّل ص ۲۹۲)

۱۴۔ حمید احمد خان، پروفیسر، ارمغانِ حالی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۷۱ء، ص ۴۸

۱۵۔ حالی کا ذہنی ارتقا ص ۱۰۵

۱۶۔ مقدمہ وحواشی بر مقدمہ شعر وشاعری، ص ۲۴

۱۷۔ بیگم صالحہ عابد حسین، یادگار حالی، لاہور: آئینۂ ادب، ۱۹۶۶ء، ص ۴۸

۱۸۔ حالی، مقدمہ بر یادگار غالب، لاہور: مجلس ترقی ادب، س۔ن، ص ۲۳

۱۹۔ حواشی ترجمہ حالی در کلیات نظم حالی جلد اوّل، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء: ص ۶

۲۰۔ حالی کا ذہنی ارتقا، ص ۱۰۵۔۱۰۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۲۲۔ حالی نے لکھا ہے: ''میری ولادت کے بعد میری والدہ کا دماغ مختل ہو گیا تھا میرے والد نے سن کہولت میں انتقال کیا جب کہ میں نو برس کا تھا۔ اس لیے میں نے ہوش سنبھال کر اپنا سرپرست بھائی بہنوں کے سوا کسی کو نہیں پایا۔''

ترجمہ حالی در کلیات نثر حالی ص ۳۳۳

۲۳۔ صالحہ عابد حسین، یادگارِ حالی، لاہور: آئینہ ادب ۱۹۶۶ ص ۴۹

خواجہ امداد حسین یو پی میں انسپکٹر پولیس تھے (متوفی ۱۸۸۶ء) کلیات نثر حالی ج اوّل ص ۳۳۳

۲۴۔ ''مرثیہ مہین برادر راقم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم'' کے عنوان سے دیوان حالی اور کلیات نظم حالی میں موجود قطعہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

آئے ہیں سدا بھائیوں سے بھائی بچھڑتے — موت ایک کے آگے ہے ضرور ایک کو آنی
پر بھائی ہو جس شخص کا حالی کا سا بھائی — غم بھائی کا مرجانے کی ہے اس کے نشانی
جس بھائی نے بیٹوں کی طرح بھائی کو پالا — سوکھی ہوئی کھیتی میں دیا باپ کی پانی
جس بھائی کی آغوش میں ہوش اس نے سنبھالا — جس بھائی کے سائے میں کٹی اس کی جوانی
شفقت نے دیا جس کی بھلا مہرِ پدر کو — دی آنے کبھی دل پہ نہ بھائی کے گرانی
جیتا بھی رہا بھائی گر اس بھائی کے پیچھے — لذت نہیں جینے سے نصیب اس کو اٹھانی
دل مردہ ہو حالی کی طرح جس کا عزیزو — کیا ڈھونڈتے ہو اس کی طبیعت میں روانی

(کلیات نظم حالی جلد اوّل ص ۲۳۶، ۳۳۷)

۲۵۔ خواجہ سجاد حسین (مرتب ''مکتوبات حالی حصہ اوّل یعنی شمس العلما مولوی خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم و مغفور کے خطوط ان کے اعزہ و احباب کے نام'' پانی پت: حالی پریس ۱۹۲۵ء، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳

۲۶۔ خواجہ سجاد حسین (مرتب) مکتوبات حالی: پانی پت، حالی پریس، ۱۹۲۵ء، حصہ دوم، ص ۹۸

۲۷۔ ۔جائے مذکور

28. *Godley, J.C. Op. Cit. p.7*

۲۹۔ یہ اختلاف ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے کیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے اس اختلاف کے لیے اپنے دلائل کی نشان دہی نہیں فرمائی (دیکھیے حوالہ نمبر ۴)

30. *Mohan Singh, Sardar, Old Boys Register, Aitchison Chief's College Lahore upto the year 1927-1928. Rawalpindi: Economy Press 1928. p. 10.*

۳۱۔ مکتوبات حالی جلد دوم ص ص ۱۰۰، ۱۰۱۔ ہماری خواہش تھی کہ حالی نے ''اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کے جس مضمون کا ذکر اپنے خط میں کیا ہے، ہم خوانندگانِ کرام کی خدمت میں اس کا متعلقہ اقتباس بھی پیش کریں۔ اس مقصد کے لیے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ۸۷۔۱۸۸۶ء کے فائل تلاش کیے گئے۔ ہماری رائے میں ''سول'' کے اس زمانے کا فائل پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہونا چاہیے تھا۔ سول اس زمانے کے اہم ترین اخبارات میں سے تھا اور پنجاب پبلک لائبریری اس سنہ سے ایک برس قبل قائم ہو چکی تھی (گورنر پنجاب، مسٹر سی یو ایچی سن نے ۳۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کو پنجاب پبلک لائبریری کا افتتاح کیا) لیکن وہاں اس زمانے کے فائل موجود نہیں ہیں؟ فیاللعجب!

تاہم یہ امر غنیمت ہے کہ مئی ۱۸۷۳ء سے دسمبر ۱۹۳۲ء تک اخبار ''دی سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور'' کے سارے ریکارڈ کی مائیکروفلم' قائداعظم لائبریری لاہور میں محفوظ کر لی گئی ہے (عطیہ: نصیر اے شیخ) لیکن قائداعظم لائبریری جیسے جدید ادارے میں مائیکروفلموں کے مطالعے کے لیے جو اکلوتا مائیکروفلم ریڈر فراہم کیا گیا ہے وہ انتہائی ناقص ہے۔ ہم اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس ریڈر پر اخبار کے متن کا ایک جملہ بھی پڑھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہاں مائیکروفلم پرنٹر کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی اور مائیکروفلم کو لائبریری سے باہر لے جا کر کسی اور مائیکروفلم ریڈر پر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

32. Mohan Singh, Op. Cit. p.10

33. Godley J.C. Op. Cit. p.7.

۳۴۔ مکتوبات حالی جلد دوم ص ۹۸

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۰۱

۳۶۔ ایضاً، ص ۱۰۴ یہ خط دہلی کوچہ پنڈت سے ۱۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو لکھا گیا۔

۳۷۔ مکتوباتِ حالی، جلد دوم، ص ۱۰۱

38. Godley, J.C. O. p- Cit. p.7.

۳۹۔ مسٹر گاڈلے نے صفحہ ۶، ۷ پر تین بنگلوں جب کہ صفحہ ۲۰ پر ایک بنگلے کی نشاندہی کی ہے۔ چونکہ ص ۲۰ پر لکھا ہے کہ ''اپریل ۱۸۸۹ء میں سکول کی کلاسیں کرائے کے ایک بنگلے سے چند ماہ قبل مکمل ہونے والے نئے بورڈنگ ہاؤسز میں منتقل کر دی گئیں''، اس لیے ہم نے ایک بنگلہ تدریسی مقاصد کے لے استعمال میں لائے جانے اور بقیہ دو کو ہاسٹل بنائے جانے کا قیاس کیا ہے۔ مسٹر گاڈلے کے الفاظ یہ ہیں:

"In April 1889 the school classes were transfered from a hired bunglow to the newly completed boarding houses which had been made available for occupation a few months previously". p.20

40. Ibid. p.7.

۴۱۔ یہ تاریخ ایچی سن کالج کی مین بلڈنگ کی مغربی سمت کی ایک ستون نما دیوار کے قدموں میں شمالاً جنوباً خم کھائے ہوئے یادگاری پتھر پر درج ہے۔

☆ مولانا حالی کے جس خط کا عکس اس مضمون کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے وہ اس سے پہلے یادگار حالی میں تبرکاً مولانا کے عکسِ تحریر کے طور پر شائع ہو چکا ہے لیکن یادگار حالی کی مصنفہ سمیت کسی نے اس خط کے مضمون کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔